

الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُهَتَّرِينَ ﴿١٤﴾ وَلِكُلِّ وِجْهَةٍ هُوَ
 مُوْلَيْهَا فَاسْتِيقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَا تِبْكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا
 إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٥﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ
 شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِنَّهُ لِلْحَقِّ مِنْ رَبِّكَ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
 وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُوا وَجْهَكُمْ شَطْرًا لَا إِلَهَ إِلَّا يَكُونُ لِلَّنَّاسِ عَلَيْكُمْ
 حُجَّةٌ لَا إِلَّا إِنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ فَلَا تَخْشُوهُمْ وَاحْشُوْنِي

قطعی ایک امر حق ہے تمہارے رب کی طرف سے، لہذا اس کے متعلق تم ہرگز کسی شک میں نہ پڑوئے
 ہر ایک کے لیے ایک رخ ہے، جس کی طرف وہ مرتا ہے۔ پس تم بھلائیوں کی طرف سبقت کرو۔ جہاں بھی
 تم ہو گے، اللہ تمہیں پالے گا۔ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

تمہارا گزر جس مقام سے بھی ہو، وہیں سے اپنا رخ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف پھیر دو، کیونکہ یہ
 تمہارے رب کا بالکل بحق فیصلہ ہے اور اللہ تم لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ اور جہاں سے بھی تمہارا گزر ہو،
 اپنا رخ مسجد حرام ہی کی طرف پھیرا کرو، اور جہاں بھی تم ہو، اسی کی طرف مند کر کے نماز پڑھوتا کہ لوگوں کو تمہارے
 خلاف کوئی جنت [۱۵۰] نہ ملے۔ ہاں ان میں سے جو ظالم ہیں، ان کی زبان کسی حال میں بند نہ ہوگی۔ تو ان سے تم نہ
 ڈرو، بلکہ مجھ سے ڈرو،

[۱۴۹] مطلب یہ ہے کہ نماز جسے پڑھنی ہوگی، اسے بہر حال کسی نہ کسی سمت کی طرف تو رخ کرنا ہی ہوگا۔ مگر اصل چیزوں درخ نہیں
 ہے، جس طرف تم مرتے ہو، بلکہ اصل چیزوں بھلائیاں ہیں جنہیں حاصل کرنے کے لیے تم نماز پڑھتے ہو۔ لہذا سمت اور مقام کی بحث
 میں پڑنے کے بعد تمہیں فکر بھلائیوں کے حصول ہی کی ہوئی چاہیے۔

[۱۵۰] یعنی ہمارے اس حکم کی پوری پابندی کرو۔ کبھی ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی شخص مقررہ سمت کے سوا کسی دوسری سمت کی
 طرف نماز پڑھتے دیکھا جائے۔ ورنہ تمہارے دشمنوں کو تم پر یہ اعتراض کرنے کا موقع مل جائے گا کہ کیا خوب امت وسط ہے، کیسے
 اچھے حق پرستی کے گواہ بنے ہیں، جو یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ یہ حکم ہمارے رب کی طرف سے آیا ہے اور پھر اس کی خلاف ورزی بھی
 کیے جاتے ہیں۔

وَلَا تَرَرْ نَعْمَتِي عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهتَدُونَ ۝ كَمَا أَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُولًا
قِنْكُمْ يَتَلَوُ عَلَيْكُمْ أَيْتَنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعِلِّمُكُمُ الْكِتَبَ وَالْحِكْمَةَ
وَيُعِلِّمُكُمْ مَالَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ۝ فَادْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا إِلَيْ
وَلَا تَكْفُرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِدُنَا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ

اور اس لیے کہ میں تم پر اپنی نعمت پوری کر دوں [۱۵۱] اور اس موقع پر [۱۵۲] کہ میرے اس حکم کی پیروی سے تم اسی طرح فلاح کا راستہ پاؤ گے جس طرح (تمہیں اس چیز سے فلاح نصیب ہوئی کہ) ہم نے تمہارے درمیان خود تم میں سے ایک رسول بھیجا، جو تمہیں ہماری آیات سناتا ہے، تمہاری زندگیوں کو سنوارتا ہے، تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔ لہذا تم مجھے یاد رکھو، میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرو، کفر ان نعمت نہ کرو [۱۵۳]
اے لوگو جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مددلو۔

[۱۵۱] اس فقرے کا تعلق اس عبارت سے ہے کہ ”ای کی طرف منہ کر کے نماز پڑھوتا کہ لوگوں کو تمہارے خلاف کوئی محنت نہ ملے۔“ نعمت سے مراد وہی امامت اور پیشوائی کی نعمت ہے، جو بنی اسرائیل سے سلب کر کے اس امت کو دی گئی تھی۔ دنیا میں ایک امت کی راست روی کا یہ انتہائی ثمرہ ہے کہ وہ اللہ کے امر تشریعی سے اقوام عالم کی رہنماد پیشوائی بنائی جائے اور نوع انسانی کو خدا پرستی اور نیکی کے راستے پر چلانے کی خدمت اس کے سپرد کی جائے۔ اللہ تعالیٰ یہاں یہ فرمرا رہا ہے کہ تحویل قبلہ کا یہ حکم دراصل اس منصب پر تمہاری سرفرازی کا نشان ہے، لہذا تمہیں اس لیے بھی ہمارے اس حکم کی پیروی کرنی چاہیے کہ ناشکری و نافرمانی کرنے سے کہیں یہ منصب تم سے چھین نہ لیا جائے۔ اس کی پیروی کرو گے، تو یہ نعمت تم پر مکمل کر دی جائے گی۔

[۱۵۲] یعنی اس حکم کی پیروی کرتے ہوئے یہ امید رکھو۔ یہ شاہانہ انداز بیان ہے۔ بادشاہ کا اپنی شان بے نیازی کے ساتھ کسی نوکر سے یہ کہہ دینا کہ ہماری طرف سے فلاں عنایت و مہربانی کے امیدوار ہو، اس بات کے لیے بالکل کافی ہوتا ہے کہ وہ ملازم اپنے گھر شادیاں نے بجوابے اور اسے مبارک بادیاں دی جانے لگیں۔

[۱۵۳] منصب امامت پر مأمور کرنے کے بعد اس امت کو ضروری ہدایات دی جا رہی ہیں۔ تمام دوسری باتوں سے پہلے انہیں جس بات پر متنبہ کیا جا رہا ہے، وہ یہ ہے کہ یہ کوئی پھولوں کا بستر نہیں ہے، جس پر آپ حضرات لٹائے جا رہے ہوں۔ یہ تو ایک عظیم الشان اور پر خطر خدمت ہے، جس کا باراٹھانے کے ساتھ ہی تم پر ہر قسم کے مصائب کی بارش ہوگی، بخت آزمائشوں میں ڈالے جاؤ گے، طرح طرح کے نقشانات اٹھانے پڑیں گے۔ اور جب صبر و ثبات اور عزم و استقلال کے ساتھ ان تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے خدا کی راہ میں بڑھے چلے جاؤ گے، تب تم پر عنایات کی بارش ہوگی۔

اللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقُولُوا إِنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ وَلَنَبْلُو نَكْمٌ بِشَىءٍ مِنَ الْخُوفِ
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝
الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ لَا قُلُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَجِعونَ ۝
أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ فِي وَأُولَئِكَ هُمُ
الْمُهْتَدُونَ ۝ إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَابِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ

[۱۵۳] اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ نہ کہو، ایسے لوگ تو حقیقت میں زندہ ہیں، مگر تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہوتا۔ [۱۵۴] اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمد نیوں کے گھاٹے میں بنتا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ ان حالات میں جو لوگ صبر کریں اور جب کوئی مصیبت پڑے، تو کہیں کہ ”ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے“، [۱۵۵] انہیں خوش خبری دے دو۔ ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اس کی رحمت ان پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ راست رو ہیں۔ یقیناً صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہذا جو شخص بیت اللہ کا حج یا

[۱۵۶] یعنی اس بھاری خدمت کا بوجھا لھانے کے لیے جس طاقت کی ضرورت ہے، وہ تمہیں دوچیزوں سے حاصل ہوگی۔ ایک یہ کہ صبر کی صفت اپنے اندر پرورش کرو۔ دوسرا یہ کہ نماز کے عمل سے اپنے آپ کو مضبوط کرو۔ آگے چل کر مختلف مقامات پر اس امر کی تشریفات ملیں گی کہ صبر بہت سے اہم ترین اخلاقی اوصاف کے لیے ایک جامع عنوان ہے۔ اور حقیقت میں یہ وہ کلید کامیابی ہے، جس کے بغیر کوئی شخص کسی مقصد میں بھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح آگے چل کر نماز کے متعلق بھی تفصیل سے معلوم ہو گا کہ وہ کس طرح افراد مؤمنین اور جماعت مؤمنین کو اس کا رغظیم کے لیے تیار کرتی ہے۔

[۱۵۷] موت کا لفظ اور اس کا تصور انسان کے ذہن پر ایک ہمت شکن اثر ڈالتا ہے۔ اس لیے اس بات سے منع کیا گیا کہ شہداء فی سبیل اللہ کو مردہ کہا جائے، کیونکہ اس سے جماعت کے لوگوں میں جذبہ، جہاد و قتال اور روح جاں فروختی کے سرد پڑ جانے کا اندر یشدہ ہے۔ اس کے بجائے ہدایت کی گئی کہ اہل ایمان اپنے ذہن میں یہ تصور بجائے رکھیں کہ جو شخص خدا کی راہ میں جان دیتا ہے، وہ حقیقت میں حیات جاوداں پاتا ہے۔ یہ تصور مطابق واقعہ بھی ہے اور اس سے روح شجاعت بھی تازہ ہوتی اور تازہ رہتی ہے۔

[۱۵۸] کہنے سے مراد صرف زبان سے یہ الفاظ کہنا نہیں ہے، بلکہ دل سے اس بات کا قائل ہونا ہے کہ ”ہم اللہ ہی کے ہیں، اس لیے اللہ کی راہ میں ہماری جو چیز بھی قربان ہوئی، وہ گویا تھیک اپنے صرف میں صرف ہوئی، جس کی چیز تھی اسی کے کام آگئی۔ اور یہ کہ ”اللہ ہی کی طرف ہمیں پہنچنا ہے“ لہذا کیوں نہ اس کی راہ میں جان لڑا کر اس کے حضور حاضر ہوں۔ یہ اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ ہم اپنے نفس کی پروردش میں لگر ہیں اور اسی حالت میں، اپنی موت ہی کے وقت پر کسی بیماری یا حادثے کے شکار ہو جائیں۔

الْبَيْتَ أَوْ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكِ أَنْ يَظْهُرَ بِهِمَا طَوْعَةً
خَيْرًا لِفَانَّ اللَّهَ شَاكِرٌ عَلَيْمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ
الْبَيْنَتِ وَالْهُدَى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَنَا لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ لَا وَلِلَّهِ
يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا

عمرہ کرے [۱۵۶]، اس کے لیے کوئی گناہ کی بات نہیں کہ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی کرے [۱۵۸] اور جو برضاو رغبت کوئی بھلائی کا کام کرے گا، [۱۵۹] اللہ کو اس کا علم ہے اور وہ اس کی قدر کرنے والا ہے۔

جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں، درآں حالے کہ ہم انھیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کرچکے ہیں، یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ [۱۶۰] البتہ جو اس روشن سے بازا آجائیں اور اپنے طرز عمل کی اصلاح کر لیں اور جو

[۱۵۷] ذوالحجہ کی مقرر تاریخوں میں کعبے کی جوزیارت کی جاتی ہے، اس کا نام حج ہے اور ان تاریخوں کے مساوا دوسرے کسی زمانے میں جوزیارت کی جائے وہ عمرہ ہے۔

[۱۵۸] صفا اور مرودہ مسجد حرام کے قریب دو پہاڑیاں ہے، جن کے درمیان دوڑنا مجملہ ان مناسک کے تھا، جو اللہ تعالیٰ نے حج کے لیے حضرت ابراہیم کو سکھائے تھے۔ بعد میں جب مکے اور آس پاس کے تمام علاقوں میں مشرکانہ جاہلیت پھیل گئی تو صفار "اساف" اور مرودہ پر "نائلہ" کے استھان بنالیے گئے اور ان کے گرد طواف ہونے لگا۔ پھر جب نبی ﷺ کے ذریعے سے اسلام کی روشنی اہل عرب تک پہنچی تو مسلمانوں کے دلوں میں یہ سوال کھلکھلنے لگا کہ آیا صفا اور مرودہ کی سعی حج کے اصلی مناسک میں سے ہے یا یہ حضن زمانہ شرک کی ایجاد ہے، اور یہ کہ اس سعی سے کہیں ہم ایک مشرکانہ غسل کے مرتبہ توبہ نہیں ہو جائیں گے۔ نیز حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ کے دلوں میں پہلے ہی سے سعی بین الصفا والمرودہ کے بارے میں کراہت موجود تھی، کیونکہ وہ منانا کے معتقد تھے اور اساف و نائلہ کو نہیں مانتے تھے۔ انہی وجہ سے ضروری ہوا کہ مسجد حرام کو قبلہ مقرر کرنے کے موقع پر ان غلط فہمیوں کو دور کر دیا جائے اور لوگوں کو بتادیا جائے کہ ان دونوں مقامات کے درمیان سعی کرنا حج کے اصلی مناسک میں سے ہے اور یہ کہ ان مقامات کا تقدس خدا کی جانب سے ہے، نہ کہ اہل جاہلیت کی منگھڑت۔

[۱۵۹] یعنی بہتر تو یہ ہے کہ یہ کام دلی رغبت کے ساتھ کرو، ورنہ حکم بجالانے کے لیے تو کرنا ہی ہو گا۔

[۱۶۰] علمائے یہود کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ انہوں نے کتاب اللہ کے علم کی اشاعت کرنے کے بجائے اس کو رہیوں اور مذہبی پیشہ وردوں کے ایک محدود طبقے میں مقید کر کھاتھا۔ پھر جب عام جہالت کی وجہ سے ان کے اندر گمراہیاں پھیلیں تو علمائے نہ صرف یہ کہ اصلاح کی کوئی کوشش نہ کی، بلکہ وہ عوام میں اپنی مقبولیت برقرار رکھنے کے لیے انھیں اپنے قول و عمل سے یا اپنے سکوت سے اٹی سند جواز عطا کرنے لگے۔ اسی سے نچنے کی تاکید مسلمانوں کو کی جا رہی ہے۔ دنیا کی ہدایت کا کام جس امت کے پر دکیا جائے، اس کا فرض یہ ہے کہ اس ہدایت کو زیادہ سے زیادہ پھیلائے، نہ یہ کہ بخیل کے مال کی طرح اسے چھپا رکھے۔

وَبَيَّنُوا فَأُولَئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۝ وَإِنَّ التَّوَابُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ
الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَا تَوَا وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللَّهِ
وَالْمَلِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝ خَلِدِينَ فِيهَا لَا يُخْفَى عَنْهُمْ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُظْرَوُنَ ۝ وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا
هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ۝ إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَآخْلَافِ
الْأَيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ ۝

پچھے چھپاتے تھے، اسے بیان کرنے لگیں، ان کو میں معاف کر دوں گا اور میں بڑا درگز رکنے والا اور حم کرنے والا ہوں۔ جن لوگوں نے کفر کارویہ اختیار کیا اور کفر کی حالت ہی میں جان دی، ان پر اللہ اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ اسی لعنت زدگی کی حالت میں وہ ہمیشہ رہیں گے، نہ ان کی سزا میں تخفیف ہوگی اور نہ انھیں پھر کوئی دوسرا مہلت دی جائے گی۔ تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے، اس رحمان اور رحیم کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے یہ (اس حقیقت کو پیچانے کے لیے اگر کوئی نشانی اور علامت درکار ہے تو) جو لوگ عقل سے کام لیتے ہیں ان کے لیے آسمانوں اور زمین کی ساخت میں، رات اور دن کے قبیم ایک دوسرے کے بعد آنے میں، ان کشتوں میں جو انسان کے نفع کی چیزیں لیے ہوئے دریاؤں اور سمندروں میں چلتی پھرتی ہیں،

[۱۶۱] ”کفر“ کے اصلی معنی چھپانے کے ہیں۔ اسی سے انکار کا مفہوم پیدا ہوا اور یہ لفظ ایمان کے مقابلے میں بولا جانے لگا۔ ایمان کے معنی ہیں مانا، قبول کرنا، تسلیم کر لینا۔ اس کے عکس کفر کے معنی ہیں نہ مانا، رد کر دینا، انکار کرنا۔ قرآن کی رو سے کفر کے رو یہ مختلف صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ انسان سرے سے خدا ہی کونہ مانے، یا اس کے اقتدار علی کو تسلیم نہ کرے اور اس کو اپنا اور ساری کائنات کا مالک اور معبد مانے سے انکار کر دے یا اسے واحد مالک اور معبد نہ مانے۔

دوسرے یہ کہ اللہ کو تو مانے مگر اس کے احکام اور اس کی ہدایات کو واحد منبع علم و قانون تسلیم کرنے سے انکار کر دے۔

تمیرے یہ کہ اصولاً اس بات کو بھی تسلیم کر لے کہ اسے اللہ ہی کی ہدایت پر چلتا چاہیے، مگر اللہ اپنی ہدایات اور اپنے احکام پہنچانے کے لیے جن پیغمبروں کو واسطہ بناتا ہے، انہیں تسلیم نہ کرے۔

جو تھے یہ کہ پیغمبروں کے درمیان تفریق کرے اور اپنی پسند یا اپنے تعصبات کی بنا پر ان میں سے کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے۔

پانچویں یہ کہ پیغمبروں نے خدا کی طرف سے عقاائد، اخلاق اور قوانین حیات کے متعلق جو تعلیمات بیان کی ہیں ان کو، یا ان میں سے کسی چیز کو قبول نہ کرے۔

وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَاحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ
مَوْتِهَا وَبَثَ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ صَوْتَهُ يُفِي الرِّيحَ وَالسَّحَابِ
الْمُسَحَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يُتَّلِقُهُمْ تَعْقِلُونَ ١٤٣
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُجْبِونَهُمْ

بارش کے اس پانی میں جسے اللہ اوپر سے برساتا ہے پھر اس کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندگی بخشتا ہے (اور اپنے اسی انتظام کی بدولت) زمین میں ہر قسم کی جان دار مخلوق کو پھیلاتا ہے، ہواؤں کی گردش میں، اور ان بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان تابع فرمان بنا کر رکھے گئے ہیں، بے شمار نشانیاں ہیں۔ (مگر وحدت خداوندی پر دلالت کرنے والے ان کھلے کھلے آثار کے ہوتے ہوئے بھی) کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں^[۱۴۳] اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی

چھٹے یہ کاظمیے کے طور پر تو ان سب چیزوں کو مان لے مگر عملاً احکام الہی کی دانتہ نافرمانی کرے اور اس نافرمانی پر اصرار کرتا رہے، اور دنیوی زندگی میں اپنے رویے کی بنا اطاعت پڑھیں بلکہ نافرمانی ہی پر رکھے۔
اس کے علاوہ بعض مقامات پر قرآن میں کفر کا لفظ کفران نعمت اور ناشکری کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے، اور شکر کے مقابلے میں بولا گیا ہے۔

[۱۴۲] یعنی اگر انسان کائنات کے اس کارخانے کو، جوش و روز اس کی آنکھوں کے سامنے چل رہا ہے، محض جانوروں کی طرح نہ دیکھے بلکہ عقل سے کام لے کر اس نظام پر غور کرے، اور ضد یا تعصب سے آزاد ہو کر سوچے، تو یہ آثار جو اس کے مشاہدے میں آرہے ہیں اس نتیجے پر پہنچانے کے لیے بالکل کافی ہیں کہ یہ عظیم الشان نظام ایک ہی قادر مطلق حکیم کے زیر فرمان ہے، تمام اختیار و اقتدار بالکل اسی ایک کے ہاتھ میں ہے، کسی دوسرے کی خود مختارانہ مداخلت یا مشارکت کے لیے اس نظام میں ذرہ برابر کوئی گنجائش نہیں، لہذا فی الحقیقت وہی ایک خدا تمام موجودات عالم کا خدا ہے۔

[۱۴۳] یعنی خدائی کی جو صفات اللہ کے لیے خاص ہیں ان میں سے بعض کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور خدا ہونے کی حیثیت سے بندوں پر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں، وہ سب یا ان میں سے بعض حقوق یہ لوگ ان دوسرے بناؤنی معبودوں کو ادا کرتے ہیں۔ مثلاً سلسلہ اسباب پر حکمرانی، حاجت روائی، مشکل کشائی، فریاد رسمی، دعا نئیں سننا اور غریب و شہادت ہر چیز سے واقف ہونا، یہ سب اللہ کی مخصوص صفات ہیں۔ اسی طرح مالک الملک ہونے کی حیثیت سے یہ اللہ ہی کا منصب ہے کہ اپنی رعیت کے لیے حلال و حرام کے حدود مقرر کرے، ان کے فرائض و حقوق معین کرے، ان کو امر و نہی کے احکام دے، نیز یہ صرف اللہ کا حق ہے کہ بندے اس کی حاکیت تسلیم کریں، اس کے حکم کو نیچے قانون مانیں اور اسی کو امر و نہی کا مختار سمجھیں، جو شخص خدا کی ان صفات میں سے کسی صفت کو بھی کسی دوسرے کی طرف منسوب کرتا ہے، اور اس کے ان حقوق میں سے کوئی ایک حق بھی کسی دوسرے کو دیتا ہے وہ دراصل اسے خدا کا متمہہ مقابلہ اور

كَحِّتِ اللَّهُ طَ وَالَّذِينَ أَمْنَوْا أَشَدُ حُجَّا لِلَّهِ وَلَوْيَرَى الَّذِينَ
ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ لَا نَقْوَةَ لِلَّهِ جَمِيعًا لَا وَأَنَّ اللَّهَ
شَدِيدُ الْعَذَابِ ۝ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا
وَرَا وَالْعَذَابَ وَتَقْطَعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا
لَوْأَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّأُ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُ وَأَمْتَاطُكُنْدُلَكَ يُرِيْهِمْ
اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ حَسَرَتِ عَلَيْهِمْ طَ وَمَا هُمْ بِخَرَجِينَ مِنَ النَّارِ ۝ ۝

اللہ کے ساتھ گرویدگی ہوئی چاہیے۔ حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محظوظ رکھتے ہیں۔^[۱۶۳] کاش، جو کچھ عذاب کو سامنے دیکھ کر انھیں سوچنے والا ہے وہ آج ہی ان ظالموں کو سوچ جائے کہ ساری طاقتیں اور سارے اختیارات اللہ ہی کے قبضے میں ہیں اور یہ کہ اللہ سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔ جب وہ سزادے گا اس وقت کیفیت یہ ہوگی کہ وہی پیشواؤ اور رہنماء، جن کی دنیا میں پیروی کی گئی تھی، اپنے پیروؤں سے بے تعلقی ظاہر کریں گے، مگر سزا پا کر رہیں گے اور ان کے سارے اسباب وسائل کا سلسلہ کٹ جائے گا۔

اور وہ لوگ جو دنیا میں ان کی پیروی کرتے تھے، کہیں گے کہ کاش ہم کو پھر ایک موقع دیا جاتا تو جس طرح آج یہ ہم سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں، ہم ان سے بیزار ہو کر دکھادیتے۔ یوں اللہ ان لوگوں کے وہ اعمال جو یہ دنیا میں کر رہے ہیں، ان کے سامنے اس طرح لائے گا کہ یہ حسرتوں اور پیشانیوں کے ساتھ ہاتھ ملتے رہیں گے مگر آگ سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پائیں گے یہ

ہمسر بناتا ہے۔ اسی طرح جو شخص یا جو دارہ ان صفات میں سے کسی صفت کا مدعا ہو اور ان حقوق میں سے کسی حق کا انسانوں سے مطابہ کرتا ہو، وہ بھی دراصل خدا کا مقدمہ مقابل اور ہمسر بنتا ہے خواہ زبان سے خدائی کا داعویٰ کرے یا نہ کرے۔

[۱۶۴] یعنی ایمان کا اقتضا یہ ہے کہ آدمی کے لیے اللہ کی رضا پر دوسرے کی رضا پر مقدمہ ہو اور کسی چیز کی محبت بھی انسان کے دل میں یہ مرتبہ اور مقام حاصل نہ کرے کہ وہ اللہ کی محبت پر اسے قربان نہ کر سکتا ہو۔

[۱۶۵] یہاں خاص طور پر گمراہ کرنے والے پیشواؤں اور لیڈروں اور ان کے نادان پیروؤں کے انعام کا اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جس غلطی میں بیٹلا ہو کر پچھلی امتیں بھٹک گئیں، اس سے مسلمان ہوشیار ہیں، اور رہبروں میں امتیاز کرنا سیکھیں اور غلط رہبری کرنے والوں کے پیچے چلنے سے بچیں۔